© rasailojaraid.com

سورۃ البقرۃ (۱۱)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگراف میں بنیاد) طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورت کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ بحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ا کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲ : ۵ : ۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲ : ۵ : ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم ــــ وھکذا۔

۲ : ۱۱
وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا
خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ
اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۱۴ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ
بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۱۵

۲ : ۱۱ : ۱ اللغۃ

[وَاِذَا] پر ابھی اوپر البقرہ : ۱ [۲ : ۹ : ۱ (۱)] میں بات ہو چکی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲:۱۱:۱ (۱) [لَقُوْا] کا مادہ " ل ق ی " اور وزن اصلی " فَعِلُوْا " ہے۔ اس کی شکل اصلی " لَقِیُوْا " تھی۔ ناقص کے قاعدے کے تحت واو الجمع سے ماقبل آنے والا لام کلمہ (ی) گر گیا اور اس سے ماقبل (عین کلمہ یعنی ق) چونکہ مکسور تھا لہٰذا وہ مضموم ہو گیا اور یوں اب یہ لفظ بصورت " لقوا " مستعمل ہے۔ اس مادہ (لقی) سے فعل ثلاثی مجرد لَقِیَ ..... یَلْقٰی لِقَاءً (باب سمع سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی تو ہیں " کسی کے سامنے آجانے پر (پہلے سے طے کئے بغیر) اس سے ملاقات ہو جانا " اس کا عام اردو ترجمہ "..... سے ملنا '، ...... سے ملاقات کرنا " ہے۔ اور حسب موقع یہ "...... کے سامنے آجانا ' پیش آنا اور ..... کو پانا " کے معنی بھی دیتا ہے اور پھر اس سے اس میں "...... کے مقابلے پر آنا '، ...... کو مقابلے پر پانا '..... کا سامنا کرنا '، ...... سے مقابلہ ہونا '، ..... کو سامنے پانا یا دیکھ لینا '، ..... سے تکلیف اٹھانا " کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ فعل حسی اور معنوی دونوں طرح کی چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

● یہ فعل بنیادی طور پر متعدی ہے اور اس کا مفعول ہمیشہ بنفسہٖ (بغیر صلہ کے) آتا ہے مثلاً " لقیا غلامًا " (الکہف: ۷۴) اور " اذا لقیتم فئۃً " (الانفال: ۴۵) میں " غلامًا " اور " فئۃ " علی الترتیب مفعول بہ ہیں۔ قرآن کریم میں اس فعل مجرد کے مختلف صیغے ۱۵ کے قریب مقامات پر آئے ہیں۔ جن میں یہ فعل اپنے تمام بنیادی اور ثانوی معنوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ مجرد کے علاوہ مزید فیہ کے ابواب افعال، تفعیل، تفعل، تفاعل، مفاعلہ اور افتعال سے بھی مختلف افعال اور اسماء مشتقہ اور مصادر ۱۳۰ سے زائد مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔ ان سب پر حسب موقع بات ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

زیر مطالعہ کلمہ " لقوا " اس فعل مجرد سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اور اس کا ترجمہ " اذا " شرطیہ کے بعد آنے کی وجہ سے فعل حال میں کیا جائے گا اگرچہ بعض نے فعل مضارع کے ساتھ بھی ترجمہ کیا ہے یعنی " اذا لقوا "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

: جب وہ ملتے ہیں یا جب وہ ملیں "۔

[اَلَّذِیْنَ] اسم موصول [دیکھئے ۱:۶:۱ (۱)] بمعنی " وہ سب جو کہ "

[اٰمَنُوْا] کا مادہ " ا م ن " اور وزن " اَفْعَلُوْا " ہے جو دراصل " أَأْمَنُوْا " تھا پھر مہموز کے قاعدۂ تخفیف کے ماتحت " آمنوا " بنا۔ یہ اس مادہ سے باب افعال کا فعل ماضی معروف (صیغہ جمع مذکر غائب) ہے۔ اس کے باب افعال کے معنی وغیرہ پر پہلے بات ہو چکی ہے [۲:۲:۱ (۱) میں] ۔ یہاں "آمنوا" کے معنی تو ہیں " وہ ایمان لائے "۔ تاہم کس پر ایمان لائے ؟ کا جواب ۔ یعنی فعل کا مفعول ۔ مذکور نہیں ہوا۔ جو " ایمان " کے اصطلاحی معنوں کی وجہ سے خود بخود سمجھا جاتا ہے ۔ لفظ " ایمان " جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے کن امور پر ایمان لانا مراد ہوتا ہے ؟ ۔ اس کا کچھ ذکر تو اسی سورۃ (البقرہ) کی ابتدائی آیات (۳، ۴) میں گزرا ہے ۔ آگے چل کر بھی قرآن کریم میں متعدد جگہ " ایمان " کے معنی و مطلب کا بیان آئیگا۔

[قَالُوْا] کا مادہ " ق و ل " وزن اصلی " فَعَلُوْا " ہے ۔ شکل اصلی " قَوَلُوْا " تھی جس میں واو متحرکہ اپنے ماقبل کے مفتوح ہونے کے باعث " الف " میں بدل گئی۔ اس مادہ کے فعل ثلاثی مجرد قال یقول قولاً (کہنا) پر بات ہو چکی ہے [۲:۷:۱ (۵) میں]

[آمَنَّا] کا مادہ " ا م ن " اور وزن اصلی " اَفْعَلْنَا " ہے ۔ یہ بھی (مندرجہ بالا " آمنوا " کی طرح) اس مادہ سے باب افعال کا فعل ماضی (صیغہ جمع متکلم) ہے۔ اس کا ترجمہ ہے " ہم ایمان لے آئے "۔ یہاں بھی کس پر ؟ کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ اور یہاں بھی لفظ " ایمان " کا مطلق استعمال اس کے اصطلاحی شرعی معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔

۲:۱۱:۱ (۲) [وَاِذَا خَلَوْا] کے " واذا " کے معنی و استعمال کی تفصیل کے لیے دیکھئے البقرہ : ۱۴ یعنی " ۲ : ۹ : ۱ (۱) " ۔ اور " خَلَوْا " کا مادہ " خ ل و " اور وزن اصلی " فَعَلُوْا " ہے ۔ اس کی اصلی شکل " خَلَوُوْا " تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس میں واو الجمع سے ماقبل والا لام کلمہ (د) گر گیا اور اس کے ماقبل عین کلمہ (ل) کی فتحہ (ـَـ) برقرار رہی۔ یوں یہ لفظ "خَلَوْا" بن گیا جس کا وزن اب "فَعَوْا" رہ گیا ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "خلا یَخلُو خلاءً و خُلُوًّا (باب نصر سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں "خالی ہونا" (یعنی اندر کی ساری چیز کا نکل جانا)۔ اسی سے اس میں کسی چیز یا وقت وغیرہ کے لیے "گزر جانا" کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ یہ فعل لازم ہے اور ان معنوں کے لیے اس کے ساتھ کوئی صلہ استعمال نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں یہ زیادہ تر (بیس سے زائد جگہ) اسی طرح (بغیر صلہ) استعمال ہوا ہے۔ پھر "خالی ہونا" سے ہی اس میں "اکیلا ہونا" اور "علیحدگی میں ہونا" کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔

● اس فعل کے ساتھ مختلف صلات (مثلاً "بِ"، عن، من، علی، الی، مع) مل کر اسے مزید مختلف معنی دیتے ہیں۔ تاہم قرآن کریم میں یہ صرف "الی" کے صلہ کے ساتھ ہی آیا ہے اور وہ بھی صرف دو جگہ (اسی سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴ اور ۷۶ میں) اور "خلا الی ....." کے معنی ہیں: ..... کے پاس اکیلے ہونا، اکیلے جانا، تنہا ہونا، خلوت میں پہنچنا یا ..... کے ساتھ اکیلے ہونا" گویا "الی" بمعنی مع (برائے معیت) آتا ہے۔ اردو کے اکثر مترجمین نے یہاں اس فعل کا ترجمہ مندرجہ بالا مصدری معنی کے ساتھ کیا ہے۔ کلمہ "خَلَوْا" اس فعل (خلا یخلو) سے فعل ماضی معروف کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔

۲:۱۱:۱ (۳) [اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ] اس میں "الی" تو گزشتہ فعل (خلوا) کا صلہ ہے۔ جس کے معنی ابھی اوپر بیان ہوئے ہیں۔ یہ (الی) مختلف معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ حسب موقع "..... تک (یعنی کسی وقت تک یا کسی جگہ تک)"، "..... کے پاس"، "..... کے نزدیک"، "..... کے لیے"، "..... کے ساتھ" سے کیا جا سکتا ہے اور کلمہ "شیاطین" (جو یہاں ضمیر "ھم" کی طرف مضاف ہے) لفظ "شیطان" کی جمع ہے۔ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مادہ اور اس کے معانی پر "استعاذہ" کی بحث میں بات ہوئی تھی۔ یعنی اس کا مادہ "ش ط ن" بھی ہو سکتا ہے اور "ش ی ط" بھی۔ اور اس طرح اس لفظ (شیطان) کا وزن پہلی صورت میں "فَیْعَال" اور دوسری صورت میں "فَعْلَانٌ" ہوگا۔ اس طرح لفظ "شیاطین" (بصورت جمع) کا وزن (شطن سے) "فیاعیل" اور (شیط سے) "فعالین" بنتا ہے لیکن یہ دونوں وزن جمع مکسر کے معروف اوزان میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے ان کو "شبہ مفاعیل یا امثال مفاعیل" وزن کہا جاتا ہے جو منتہی الجموع کے ایک وزن "فعالیل" کا ہم وزن ہے۔

● اور یہاں وزن سے مراد (ف ع ل پر مبنی) صرفی وزن نہیں ہے۔ بلکہ صرف حروف کی تعداد اور حرکات کی ترتیب کے لحاظ سے مشابہ و مماثل ہونا مراد ہے۔ اس لحاظ سے فعالیل، فیاعیل یا فعالین سب مماثلِ "مفاعیل" ہیں۔ اس طرح "سلاطین، مصابیح، تصاویر وغیرہ کو "شبہ مفاعیل" جمع مکسر کہتے ہیں۔ اور کلمہ "شیاطین" بھی اسی طرح کی جمع ہے۔ اور منتہی الجموع سے مشابہت کی بناء پر یہ غیر منصرف (جمع) ہے۔ یہاں اس کے آخر پر کسرہ (ــِ) آگے مضاف ہونے کی وجہ سے آیا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "شیاطین" اپنے واحد "شیطان" کی جمع مذکر سالم (شَیْطَانُوْنَ) کی ایک غیر قیاسی صورت ہے۔ کیونکہ بعض شاذ صورتوں میں اس کی جمع شَیَاطُون (مرفوع) اور شیاطین (منصوب یا مجرور) استعمال ہوئی۔

● لفظ 'شیطان' کے مختلف معانی اور استعمالات (جو بحث استعاذہ میں گزر چکے ہیں) کو سامنے رکھتے ہوئے بعض حضرات نے یہاں (آیت زیر مطالعہ میں) "شیاطین" کا ترجمہ "سرداروں" یا "شریر سرداروں" کیا ہے۔ اور بیشتر مترجمین نے 'مزید وضاحت کو وظیفۂ مفسّر سمجھتے ہوئے' اس کا ترجمہ "شیطانوں" ہی رہنے دیا ہے جو اردو محاورہ میں مستعمل لفظ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲ : ۱۱ : ۱ (۴) [قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ] جو قالوا + اِنَّ + نَا + مَعَ + كُمْ سے مل کر بنا ہے۔ اس میں لفظ "قالوا" کے مادہ اور وزن پر اسی آیت میں (اوپر) اور اس کے معنی و استعمال پر ۲ : ۷ : ۱۱ : ۱ (۵) میں بات ہو چکی ہے۔ یہاں بھی اس کا ترجمہ "اذا" شرطیہ کے جواب میں آنے کی وجہ سے حال یا مستقبل میں ہوگا۔ یعنی "تو کہتے ہیں" کی صورت میں۔ "اِنَّا" دراصل اِنَّ (حرف مشبہ بالفعل) + نَا ضمیر متکلم منصوب کی دوسری شکل ہے۔ اور اس کے معنی "بے شک ہم" کے ہیں جس کا ترجمہ "یقیناً ہم تو" بھی ہو سکتا ہے۔

● اور لفظ "مَعَ" (جس کا عام اردو ترجمہ "..... کے ساتھ" ہے) اکثر اہلِ لغت کے نزدیک یہ ایک اسم ہے کیونکہ کبھی کبھی یہ حال ہو کر تنوین کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے معاً (یکجا۔ اکٹھے ہوتے ہوئے)۔ اگرچہ اس کا یہ استعمال قرآن کریم میں نہیں آیا ـــــ بعض نحویوں کے نزدیک یہ ایک حرف ہے جو جہاتِ ستّہ (فوقَ، تحتَ، خلفَ، اَمامَ، یمین اور یسار) کی طرح ظرف کے طور پر ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا ظرفِ زمان یا ظرف مکان ہونا اس کے مضاف الیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً "مع زید" میں مکان کا مفہوم موجود ہے اور "مع الفجر" میں زمان کا۔

● اور بعض دفعہ مکان یا زمان سے قطع نظر صرف "ساتھی، حامی اور مددگار" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس وقت اس کا مضاف الیہ اس چیز کو (جو عموماً کوئی شخص یا جماعت ہوتی ہے) ظاہر کرتا ہے جس کی مدد کی جا رہی ہو اور جس کا ساتھ دیا جا رہا ہو۔ خصوصاً جہاں اللہ تعالیٰ کی معیّت کا ذکر ہو جیسے "اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" اور "اِنَّ رَبِّیْ مَعِیَ" میں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو زمان و مکان سے ماوراء ہے ـــ ویسے بعض دفعہ عبارت کا سیاق و سباق بھی یہ مفہوم پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً اسی (زیرِ مطالعہ) عبارت "اِنّا معکم" میں محض کسی وقت یا جگہ پر اجتماع (اکٹھا ہونا) کی بجائے "یار اور مددگار" ہونے کا مفہوم موجود ہے۔ تاہم اردو محاورہ میں "کسی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ساتھ ہونا" میں بھی حسبِ موقع "کسی کا ساتھ دینا" کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اردو مترجمین نے " مَعَكُم " کا ترجمہ " تمہارے ساتھ ہیں " کیا ہے جو لفظ سے بھی قریب تر ہے۔ البتہ " إِنَّا " کا ترجمہ بعض نے "بے شک ہم، بلاشبہ ہم" سے کیا ہے اور بعض نے " ہم تو " کیا ہے جو محاورے کے اعتبار سے درست ہے مگر جن حضرات نے صرف " ہم " سے ترجمہ کیا ہے وہ عبارت سے دور ہے کیونکہ وہ محض " نَحْنُ " کا ترجمہ ہے اس میں " إِنَّ " والی تاکید مفقود ہے۔

۲:۱۱:۱ (۵) [إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ] " إِنَّمَا " کے معنی اور استعمال پر ابھی البقرہ: ۱۱ [۲:۹:۱ (۵) میں] بات ہو چکی ہے۔ " نَحْنُ " (ہم) معروف ہے۔ " مُسْتَهْزِءُوْنَ " کا مادہ " ھ ز ء " اور وزن " مُسْتَفْعِلُوْنَ " ہے۔

اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد " ھَزَأَ يَهْزَأُ هَزْءًا (باب فتح سے) اور هَزِئَ يَهْزَأُ هُزْءًا یا هُزُءًا (باب سمع سے) " بِ " یا " مِنْ " کے صلہ کے ساتھ آتا ہے یعنی " هَزَأَ یا هَزِئَ مِنْ ..... وَبِ ....." اور اس کے معنی ہوتے ہیں "..... سے ہنسی کرنا، ..... کو بنانا، ..... سے دل لگی کرنا" اور بعض اہلِ لغت کے نزدیک باب سمع سے آئے تو اس کے ساتھ " باء (بِ) " کا صلہ آتا ہے " مِن " کا نہیں۔ یعنی " هَزِئَ بِهٖ " کہیں گے هَزِئَ منه کہنا درست نہیں ہے[1] تاہم اکثر کتبِ لغت میں یہ تمیز روا نہیں رکھی گئی بلکہ دونوں ابواب سے دونوں صلات کے ساتھ ایک ہی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ فعل کسی بھی صلہ کے بغیر بھی مختلف معانی کے لیے (ان ہی دو ابواب سے) استعمال ہوتا ہے۔ تاہم قرآن کریم میں اس فعل (ثلاثی مجرد) کا کوئی صیغہ کسی طرح استعمال نہیں ہوا۔ البتہ اس کا مصدر " هُزُءٌ " (بصورت " هُزُوٌ ") قرآن کریم میں گیارہ جگہ آیا ہے۔

زیرِ مطالعہ کلمہ " مُسْتَهْزِءُوْن " اس مادہ (ھ ز ء) سے باب استفعال کا

---

[1] مد القاموس (LANE) تحت مادہ ھزء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صیغۂ اسم الفاعل (جمع مذکر سالم) ہے۔

اور باب استفعال سے فعل " استھزأ یستھزئُ استھزاءً " یہ بھی ہمیشہ " بِ " کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے یعنی " استھزأ بہ " کہتے ہیں۔ (" استھزأہٗ " یا " استھزأ منہ " کہنا غلط ہے)۔ معنی کے لحاظ سے یہ (باب استفعال کا فعل) " ھَزِئَ " (ثلاثی مجرد) کے مترادف اور ہم معنی ہے۔ اس کا مصدر " استھزاء " اردو میں بھی متعارف اور مستعمل ہے۔ اس طرح اس اسم الفاعل (مستھزءون) کا اردو ترجمہ " استہزاء کرنے والے " ٹھٹھا کرنے والے ، ہنسی کرنے والے ، یا " بنانے والے " ہونا چاہیے۔ تاہم اردو کے قریباً تمام ہی مترجمین نے (غالباً اردو محاورہ کا لحاظ رکھتے ہوئے) " مستھزءون " کا ترجمہ فعل مضارع " نستھزئُ " کی طرح کر دیا ہے یعنی " ہم ٹھٹھا کرتے ہیں ، ہنسی کرتے ہیں ، استہزاء کرتے ہیں ، بناتے ہیں ، دل لگی کرتے ہیں " کی صورت میں ــــ بلکہ بعض نے تو بصورت فعل ماضی یعنی " ہم بنا رہے تھے " سے ترجمہ کر دیا ہے۔ اس طرح بعض حضرات نے اس کے ساتھ مفعول کا اضافہ کر کے ترجمہ کر دیا ہے (یعنی " مسلمانوں سے " ، " مسلمانوں کو " یا " ان کے ساتھ " کا اضافہ کر کے) اسے اپنے مفہوم کے لحاظ سے توضیحی یا تفسیری ترجمہ تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ قرآن کریم کی اصل عبارت سے ذرا ہٹ کر ہے۔

[اللّٰہ] کے مادہ و اشتقاق وغیرہ کی بحث سورۃ الفاتحہ [۱:۱:۱(۲)] میں گزر چکی ہے۔

[یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ] میں فعل " یستھزئُ " کا مادہ " ھ ز ء " اور وزن " یَسْتَفْعِلُ " ہے۔ یعنی یہاں یہ فعل اپنے مادہ سے باب استفعال کے فعل مضارع کا صیغۂ واحد مذکر غائب ہے۔ اور " بِھِمْ " کی " ب " اس فعل کے صلہ کے طور پر آئی ہے۔ اس فعل کے اس صلہ کے ساتھ استعمال (استھزأ بِ .....) اور اس کے معنی پر ابھی اوپر بات ہوئی ہے اس طرح " یستھزئُ بھم " کا ترجمہ ہوگا: " وہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے ، ان کا مذاق اڑاتا ہے ، استہزاء کرتا ہے " وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲:۱۱:۱(۶) [وَيَمُدُّهُمْ] میں " وَ " تو عاطفہ بمعنی " اور " ہے۔ اور فعل " يَمُدُّ " کا مادہ " م د د " اور وزن اصلی " يَفْعُلُ " ہے اور اس کی اصلی شکل تو " يَمْدُدُ " تھی۔ پھر مضاعف کے قاعدے کے مطابق درمیانی " دُ " کا ضمہ (ـُـ) اس کے ماقبل ساکن " م " کو دے کر " يَمُدْدُ " اور پھر ادغام ہو کر " يَمُدُّ " بنا۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد " مَدَّ .... يَمُدُّ مَدًّا (باب نصر سے) آتا ہے اور اس کے معنی "..... کو لمبا کرنا، ..... کو دراز کرنا، پھیلانا یا کھینچنا" کے ہوتے ہیں۔ اور اس کا مفعول (جو ہمیشہ بنفسہ آتا ہے) " حَبْلٌ " (رسی)، " بصر " (نظر یا نگاہ)، " صوت " (آواز) اور " عمر " (زندگی) ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ فعل متعدی ہی استعمال ہوتا ہے۔ بعض دفعہ یہ بطور فعل لازم (طویل ہونا، پھیلنا یا بڑھنا کے معنی میں) بھی آتا ہے۔ مثلاً اگر " النہار " (دن) یا " البحر " (سمندر) فاعل ہو تو ــ تاہم قرآن کریم میں یہ بطور فعل لازم کہیں استعمال نہیں ہوا ــ اور بطور فعل متعدی اس کے مذکورہ بالا معنوں سے ہی اس میں "...... کو ڈھیل دینا، مہلت دینا، بڑھا دینا یا ترقی دینا" کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ کہ اس آیت میں بیشتر مترجمین نے " وَيَمُدُّهُمْ " کا ترجمہ " اور وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے " اور " ڈھیل دیتے چلا جاتا ہے " کے ساتھ کیا ہے۔ قرآن کریم میں اس فعل مجرد کے مختلف صیغے ۱۳ جگہ وارد ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ مزید فیہ کے صرف باب افعال سے کچھ صیغے اور بعض مصدر اور مشتق اسماء ۱۸ جگہ آئے ہیں۔ ان سب پر ان شاء اللہ اپنے اپنے موقع پر بات ہو گی۔

۲:۱۱:۱(۷) [فِیْ طُغْيَانِهِمْ] جو فی (میں) + طغیان (جس کے معنی ابھی بیان ہوں گے) + ھم (ان کی) کا مرکب ہے۔ اس میں لفظ " طُغْيَان " کا مادہ " ط غ ی " اور وزن " فُعْلَان " ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد طَغٰی يَطْغٰی (باب فتح سے) اور طَغِیَ يَطْغٰی طغیانًا (باب سمع سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی " حد سے بڑھنا یا بڑھ جانا " ہیں۔ یعنی یہ فعل لازم ہے۔ بلکہ مادہ " ط غ و "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(واوی) سے بھی فعل مجرد طغا یطغو (باب نصر سے) ان ہی معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم قرآن کریم میں اس فعل (ثلاثی مجرد) کے ماضی اور مضارع کے مختلف مستعمل صیغوں (جو بارہ ۱۲ کے قریب مقامات پر آئے ہیں) پر غور کرنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں یہ فعل تو ہمیشہ یائی اللام اور باب فتح سے ہی استعمال ہوا ہے البتہ ایک دو مأخوذ اسماء (مثلاً طغوی یا طاغوت) واوی اللام ہیں۔

اس مادہ سے مزید فیہ کے صرف باب اِفعال کا   ایک ہی صیغہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے (ق : ۲۷) یہ مزید فیہ فعل اور ثلاثی مجرد سے کچھ اسمائے مشتقہ (مثلاً طاغون یا طاغین اور الطاغیۃ) واوی یائی دونوں مادوں سے مشتق قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

● زیرِ مطالعہ لفظ "طُغیان" جو ثلاثی مجرد کا ایک مصدر ہے، قرآن کریم میں یہ مفرد یا مرکب شکل میں ۹ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس مادہ کے فعل ثلاثی مجرد کے (مذکورہ بالا) بنیادی معنوں کی بنا پر اس (طغیان) کا ترجمہ "سرکشی" ہی کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ "شرارت" بھی کیا ہے، جسے "منطقی" ترجمہ کہا جا سکتا ہے یعنی جو عموماً "سرکشی" کا منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔

۲ : ۱۱ : ۱ (۸) [يَعْمَهُونَ] کا مادہ "ع م ھ" اور وزن "يَفْعَلُونَ" ہے۔
اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "عَمِهَ يَعْمَهُ عَمَهًا" (باب سمع اور فتح سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں۔ "کوئی راستہ یا جواب نہ سوجھنے پر حیران ہو کر کبھی آگے کبھی پیچھے جانا"، "متردد اور متحیر ہونا" ـــــ اور اسی سے اس کا نسبتاً آسان ترجمہ "حیران و سرگرداں ہونا، ٹامک ٹوئیے مارنا، بھٹکتے پھرنا اور بھٹکتے رہنا" کیا گیا ہے۔ اور بعض نے مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ "عقل کا اندھا ہونا" بھی کیا ہے۔ کیونکہ جس طرح مادہ "ع م ی" (جس کا استعمال ابھی آگے آیت ۱۸: [۲ : ۱۳ : ۱ (۱۴)] میں آ رہا ہے) کے بنیادی معنی "بصارت کا اندھا ہونا" ہیں۔ اسی طرح اس مادہ (ع م ھ) کے بنیادی معنی "بصیرت کا اندھا ہونا" ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مادہ سے قرآن کریم میں صرف اسی فعل (عمِہ) سے مضارع معروف جمع مذکر غائب کا (یہی) صیغہ "یعمھون" کل سات مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے کوئی اور اسم یا فعل قرآن کریم میں نہیں آیا۔ "یعمھون" کا ترجمہ مندرجہ بالا معانی کی روشنی میں عموماً فعل حال سے کیا گیا ہے مثلاً: "بہکتے ہیں، حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں، بہک رہے ہیں۔ بعض حضرات نے فعل مضارع کے ساتھ بھی ترجمہ کیا ہے یعنی "پڑے ٹامک ٹوئیے مارا کریں، بھٹکتے رہیں، بہکے پھریں"۔ بعض نے فعل کا ترجمہ جملہ اسمیہ کی طرح "عقل کے اندھے ہیں" کی صورت میں کیا ہے جو مفہوم کے اعتبار سے درست مگر لفظ سے ذرا ہٹ کر ہے۔

۲:۱۱:۲ الإعراب

وإذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا۔ وإذا خلوا إلى شيطينهم قالوا إنا معكم۔ إنما نحن مستهزءون۔ الله يستهزئ بهم۔ ويمدهم في طغيانهم يعمهون۔

اس قطعہ میں دو آیات ہیں جو بلحاظ ترکیب نحوی پانچ چھوٹے جملوں پر مشتمل ہیں۔ پہلی آیت میں تین جملے ہیں جن میں سے پہلے دو شرطیہ جملے ہیں اور تیسرا جملہ گو بلحاظ ترکیب مستقل جملہ ہے مگر ترکیب میں اسے دوسرے جملہ شرطیہ کا حصہ ہی سمجھنے کی گنجائش موجود ہے۔ دوسری آیت دو فعلیہ جملوں پر مشتمل ہے جو واو عاطفہ کے ذریعے ملائے گئے ہیں۔ عام متعارف "رموزِ اوقاف" استعمال کرنے کی بجائے ہم نے نحوی لحاظ سے مستقل جملوں کے درمیان علامت وقفہ (۔) ڈال دی ہے۔ اعراب کی تفصیل یوں ہے۔

● [وَ] عاطفہ بھی ہو سکتی ہے یعنی جملے کا عطف سابقہ جملے (واذا قیل ...... لا یعلمون) پر بھی ہو سکتا ہے اور اسے واو الاستیناف بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ایک نئے جملے یا منافقین کی ایک اور خرابی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[اذا] شرطیہ ظرفیہ ہے یعنی اس میں شرط (جب بھی، جب کبھی بھی) اور ظرف یعنی وقت اور جگہ ("جس وقت بھی"، اور "جس جگہ بھی") کا مفہوم موجود ہے۔
[لَقُوْا] فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے جو منافقین کے لئے ہے جن کا ذکر آیت : ۸ [۲ : ۷] سے چل رہا ہے۔ یہاں بھی فعل ماضی کا ترجمہ "اذا شرطیہ" کی وجہ سے حال میں کیا جائے گا یعنی "جب وہ ملتے ہیں" [الذین] اسم موصول (جمع مذکر) یہاں فعل "لقوا" کا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے جس میں مبنی ہونے کے باعث ظاہراً کوئی علامتِ نصب نہیں ہے۔ [آمَنُوا] فعل ماضی معروف مع ضمیر فاعلین (مستتر) "ھم" جملہ فعلیہ بن کر "الذین" کا "صلہ" ہے اور یہ صلہ موصول (الذین آمنوا) "واذا لقوا" کے ساتھ مل کر جملہ شرطیہ کا پہلا حصّہ یعنی بیانِ شرط بنتے ہیں۔
[قالوا] فعل ماضی معروف مع ضمیر فاعلین "ھم" جملہ فعلیہ ہے اور یہاں سے جوابِ شرط شروع ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ "تو کہتے ہیں" ہوگا۔ فعل ماضی ہونے کے باعث یہاں شرط اور جوابِ شرط کے فعل (لقوا۔ اور۔ قالوا) "جزم" سے بری ہیں۔ [آمنا] فعل ماضی معروف جمع متکلم مع ضمیر "نحن" ہے۔ اور فعل قالوا کا مفعول بہ ہو کر محلاً منصوب ہے۔ اس جملے "قالوا آمنا" کے ساتھ یہ پہلا جملہ شرطیہ مکمل ہوتا ہے۔

● [فَ] یہاں عاطفہ ہے جو دو جملوں کو ملا رہی ہے [اذا] مثل سابق شرطیہ ظرفیہ ہے اور [خَلَوْا] فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب مع ضمیر فاعلین مستتر (ھم) ہے۔ اس کا ترجمہ بھی بوجہ شرط حال میں ہوگا "تنہا ہوتے ہیں"۔ اور اس کے بعد [اِلٰی شیاطینھم] میں حرف الجر "الی" فعل "خلَوْا" کا صلہ ہے۔ اور "شیاطینھم" مرکب اضافی (شیاطین مضاف + ھم ضمیر مجرور مضاف الیہ) مجرور بالجر (الی) ہے۔ یہاں تک یعنی "واذا خلَوْا الی شیاطینھم" کے ساتھ بیانِ شرط ختم ہوتا ہے۔ اس کے فوراً بعد [قالوا] جو فعل ماضی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے، سے جوابِ شرط شروع ہوتا ہے اس لیے یہاں (شیاطینھم کے بعد) وقف جائز نہیں ہے اس لیے یہاں " لا " لکھا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ بھی " تو کہتے ہیں " ہوگا۔ [اِنَّا] " اِنَّ " حرف مشبہ بالفعل ہے اور اس میں "نَا" ضمیر منصوب متصل اس (اِنَّ) کا اسم (منصوب) ہے یعنی "اِنَّنا" سے ہی "اِنَّا" بنا ہے۔ [مَعَکم] میں ظرف (مَعَ) اپنے مضاف الیہ (کُمْ) سمیت "اِنَّ" کی خبر (یا قائم مقام خبر) ہے۔ اس کے بعد آ گئے "اِنَّما" سے شروع ہونے والا جملہ اگرچہ ترکیب نحوی کے لحاظ سے ایک مستقل جملہ ہے مگر " اِنَّا معکم " اور اس کے بعد والا جملہ (جو " انما " سے شروع ہوتا ہے) دونوں کا تعلق " قالوا " سے ہے یعنی یہ دونوں ہی منافقین کے قول ہیں اس لیے یہاں بھی (مَعَکم کے بعد) وقف جائز نہیں سمجھا گیا جسے اوپر باریک " لا " لکھ کر ظاہر کیا جاتا ہے۔

● [اِنَّما] میں " مَا " کافّہ اور " اِنَّ " مکفوفہ ہے۔ یہ " مَا " اِنَّ کا عمل (بطور حرف مشبہ بالفعل) روک دیتا ہے۔ اور حصر و تاکید کے معنی دیتا ہے۔ اس (انما) کا ترجمہ " بات صرف یہ ہے کہ " یا " حقیقت صرف یہ ہے کہ " ہونا چاہیے مگر اردو محاورے میں یہاں صرف " بیشک " سے ترجمہ کیا جاتا ہے (اِنَّ کی طرح)۔ [نَحْنُ] ضمیر مرفوع منفصل مبتدأ ہے یعنی " ہم "۔ " انما " کے ساتھ مل کر " انما نحن " کا ترجمہ " ہم تو محض " سے کیا گیا ہے جس میں " انما " کے حصر والا مفہوم آ جاتا ہے [مُستھزءون] نحن (مبتدأ) کی خبر (لہذا) مرفوع ہے اور یہ دوسرا جملہ اسمیہ " انما نحن مستھزءون " پہلے جملہ (اِنَّا مَعَکم) کی تاکید ہے اور یہ دونوں جملے مل کر فعل " قالوا " کا مقولہ ہونے کے باعث محلاً منصوب سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور دونوں " مقولہ " جملے جوابِ شرط ہونے کی حیثیت سے ایک ہی جملہ (بلحاظ مفہوم) شمار ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرا جملہ شرطیہ مکمل ہوتا ہے اس لیے ان کے درمیان وقف جائز نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔ اور ان دونوں شرطیہ جملوں میں فعل ماضی کے تمام صیغوں کا ترجمہ فعل حال سے کیا جائے گا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ شرط زمانۂ ماضی کے لیے نہیں ہوتی۔

یہاں آیت کے آخر پر (مستہزءون کے بعد) لازماً وقف کرنا چاہیے ورنہ اس سے اگلی آیت (اللہ یستھزئ بھم ......) بھی پچھلی آیت میں بیان کردہ قولِ منافقین کا ایک جزء بننے کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔

● [اَللّٰهُ] مبتدأ (لہذا) مرفوع ہے۔ اور [یستھزِئُ] فعل مضارع معروف مع ضمیر فاعل (ھو) پورا جملہ (فعلیہ) بن کر خبر ہے۔ جسے محلاً مرفوع کہہ سکتے ہیں۔ [بھم] جارّ (بِ) اور مجرور (ھم) مل کر فعل "یستھزئ" کے متعلق ہیں۔ بلکہ حرف الجر (بِ) فعل "یستھزئ" کا صلہ ہونے کے باعث "بِھِمْ" یہاں مفعول ہوکر موضع نصب میں ہے۔ مبتدأ خبر مل کر ایک جملہ اسمیہ مکمل ہوا۔ خیال رہے اللہ کی طرف "استھزاء" کی نسبت بطور مشاکلت ہے اور اس کا مطلب ہے "وہ ان کو اس استہزاء کی ویسی ہی سزا دے گا"۔ اس کے بعد

● [وَ] عاطفہ ہے جو بعد میں آنے والے فعل (یمدّ) کو سابقہ فعل (یستھزئ) پر عطف کرتی ہے یا پہلے جملہ (اللہ یستھزئ بھم) کو ("وَ" کے) بعد والے جملے سے ملاتی ہے۔ [یَمُدُّھُم] میں "یمدّ" تو فعل مضارع معروف مع ضمیر فاعل مستتر "ھو" ہے جو "اللہ" کے لیے ہے۔ اور "ھم" ضمیر متصل یہاں (فعل یمدّ کا) مفعول بہٖ منصوب ہے۔ یعنی "وہ ڈھیل دیتا ہے ان کو"۔ اور ضمیر "ھم" (ان) کا مرجع منافقین ہیں۔

[فی طغیانھم] میں "فِی" حرف الجر ہے اور "طغیانِھم" مرکب اضافی ہے جس میں لفظ "طغیان" تو بوجہ "جر" مجرور ہے۔ علامتِ جر "نِ" کا کسرہ (ـِ) ہے اور یہ آگے مضاف ہونے کے باعث خفیف (لام تعریف اور تنوین سے بری) ہے۔ اور ضمیر "ھم" مضاف الیہ ہوکر مجرور (بالاضافہ) ہے۔

اور [یعمھون] فعل مضارع جمع مذکر غائب مع ضمیر فاعلین مستتر "ھم" جملہ فعلیہ ہے۔ یعنی "وہ بھٹکتے پھرتے ہیں"۔ اور یہ (یعمھون) "یمدّھم" کی ضمیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفعول (ھم) کا حال ہو کر محلاً منصوب ہے یعنی "ان کو ڈھیل دیتا ہے اس حالت میں کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں"۔

مرکب جاری "فی طغیانھم" کو موقع کے لحاظ سے (۱) فعل "یمدھم" سے متعلق بھی قرار دے سکتے ہیں یعنی "یمدھم فی طغیانھم" اور اگر چاہیں تو (۲) اس (فی طغیانھم) کو "یعمھون" (حال) سے متعلق بھی کہہ سکتے ہیں یعنی "یعمھون فی طغیانھم"۔ پہلی صورت میں اس عبارت (یمدھم فی طغیانھم + یعمھون) کا ترجمہ ہو گا (۱) "وہ ڈھیل دیتا ہے ان کو اُن کی سرکشی میں درانحالیکہ (اور حالت یہ ہے کہ) وہ حیران و سرگردان ہو رہے ہیں"۔ اور دوسری صورت میں ترجمہ ہو گا (۲) "وہ ڈھیل دیتا ہے ان کو اس حالت میں کہ وہ اپنی سرکشی میں حیران و سرگردان ہیں"۔ اردو کے بیشتر مترجمین نے دوسری ترکیب کے مطابق ترجمہ کیا ہے البتہ بعض مترجمین نے (غالباً) اردو محاورے کا خیال کرتے ہوئے عربی کے "حال" کا ترجمہ "درانحالیکہ" یا "اس حالت میں کہ" یا "حالت یہ ہے کہ" کی صورت میں کرنے کی بجائے صرف "کہ" سے کر لیا ہے یعنی — "کہ اپنی سرکشی میں ٹامک ٹوئیے ماریں" یا "کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں"۔ تاہم یہ "کہ" یہاں بمعنیٰ "تاکہ" استعمال ہوا ہے حالانکہ یہاں عربی عبارت میں کوئی "لامِ کَی" یا "لام صیرورت" (جس کا ترجمہ "نتیجہ یہ کہ" ہوتا ہے) نہیں ہے — اسی طرح بعض نے اس (فی طغیانھم یعمھون) کا ترجمہ "شرارت میں بھٹکتے ہوئے" کیا ہے۔ اس میں ایک تو ضمیر "ھم" کا ترجمہ (اپنی) چھوٹ گیا ہے دوسرے (فعل) "یعمھون" کا ترجمہ (اسم) "عامھین" کی صورت میں کیا گیا ہے جو اگرچہ لفظ سے ذرا ہٹ کر ہے تاہم دونوں (یعمھون اور عامھین) کے حال واقع ہونے کی وجہ سے درست ہے۔

۲:۱۱:۳ الرسم

ان دو آیات میں سے بلحاظ رسم عثمانی صرف حسب ذیل کلمات تفصیل طلب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں :

لَقُوا[۱]، اٰمَنُوا[۲]، قَالُوا[۳]، خَلَوْا[۴] ـ شَیٰطِیْنِهِم[۵] ـ مُسْتَھْزِءُ وْن[۶] اور طُغْیَانِھِم[۷] ـ

(۱) ان میں سے پہلے چار کلمات فعل ماضی کے صیغہ ہائے جمع مذکر غائب ہیں۔ ان میں واو الجمع آتی ہے اور اس واو الجمع کے بعد ایک زائد الف لکھا جاتا ہے۔ ویسے یہ (واو الجمع کے بعد الف زائدہ لکھنا) رسم املائی اور رسم عثمانی دونوں کا قاعدہ ہے۔ ہم نے یہاں اس کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ قرآنی رسم میں بعض جگہ واو الجمع کے بعد یہ زائد الف نہیں لکھا جاتا۔ ان کا ذکر اپنے موقع پر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) "شَیٰطِیْنِهِمْ" میں کلمہ "شَیٰطِیْن" رسم قرآنی (عثمانی) میں بالاتفاق اسی طرح بحذف الف (بین الیاء والطاء) لکھا جاتا ہے اور "ھم" کو ہمیشہ آخری "ن" کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے۔ ترکی و ایران اور برصغیر کے بعض مصاحف میں اس کو عام عربی املاء کے مطابق بصورت "شیاطینھم" لکھنا رسم عثمانی کی صریح خلاف ورزی ہے۔

(۳) "مستھزءون" میں "ز" اور "و" کے درمیان والا ہمزہ (ء) اصل رسم عثمانی (عثمانی مصاحف) میں نہیں لکھا گیا تھا۔ اس لیے اب اسے ہمزۂ قطع کے لیے مقرر کردہ کسی علامت قطع (ء، ۓ، ؤ، ئ وغیرہ) سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور اسی لیے اس ہمزہ کو عام قواعد کے مطابق[۱] "ی" یا "و" کی کرسی پر (ئو یا ؤو) نہیں لکھتے (یعنی بصورت مستھزئون یا مستھزؤون)۔ کیونکہ اس طرح لکھنے سے اصل رسم عثمانی پر ایک حرف (یعنی "ی" بصورت نبرہ (دندانہ) یا "و") کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہمزہ کو ظاہر کرنے والی علامت قلمی دور میں اسی لیے سرخ سیاہی سے لکھی جاتی تھی۔ دورِ طباعت میں اس کے لیے "علامات

---

[۱] اس قسم کے ہمزہ کی عام املائی کتابت کے قاعدہ کے لیے دیکھئے "نخبۃ الاملاء" (عبدالفتاح خلیفہ) ص ۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضبط کی طرح ، ایک الگ مستقل علامت (ء ، ٕ ، ٔ ، E وغیرہ) اختیار کی جاتی ہے اسے اصل ہجا (SPELLING) پر اضافہ نہیں کہہ سکتے ــــ اور اس ہمزہ (بین الزای والواو) کو کتابتِ عثمانی میں ساقط کرنے کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو کہ بعض قراءتوں میں اسے " مستهزِیُون " اور بعض میں " مستهزُون " بھی پڑھا گیا ہے[۱] ۔ اس طرح اس لفظ کا رسم عثمانی دونوں قراءتوں کا محتمل ہے ۔

(۴) " طغیانهم " میں لفظ " طغیان " (جو ضمیر " هم " کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے) کے رسم (عثمانی) کے بارے میں الف (بین الیاء والنون) کے حذف و اثبات میں اختلاف ہے ۔ صرف ابوداؤد (سلیمان بن نجاح) کے حوالے سے (ان کی اصل کتاب " التنزیل " اب تک طبع نہیں ہوئی ۔ بعد کے مصنفین ان کے حوالے سے بات کرتے ہیں)۔ اس (الف) کے محذوف ہونے کا ذکر کیا گیا ہے یعنی یہ " طُغیٰنِهِم " کی صورت میں لکھا جانا چاہیئے ۔ چنانچہ مصری ، شامی ، سعودی اور بیشتر افریقی مصاحف میں اسی بناء پر یہ اسی طرح محذوف الالف لکھا گیا ہے ۔

● دوسری طرف نثر المرجان (ارکاٹی) ، دلیل الحیران (المارغنی) اور لطائف البیان (الزبیتحار) میں تصریح کی گئی ہے کہ الدانی (عثمان بن سعید) کے نزدیک یہ عام قاعدہ ہے کہ " فُعلان " کے وزن پر آنے والے تمام کلمات اثبات الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں[۲] اِلّا یہ کہ اس کے خلاف تصریح موجود ہو اور یہ تصریح اس لفظ (طغیان) کے بارے میں کم از کم " الدانی " نے تو نہیں کی ہے ۔ بلکہ صاحبِ نثر المرجان نے " خلاصۃ الرسوم " اور " خزانۃ الرسوم " کے حوالے سے بھی یہاں الف کا اثبات بیان کیا ہے ۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مشرقی ممالک (ترکی ، ایران ، برصغیر وغیرہ) کے مصاحف میں اسے عام عربی املاء کے مطابق " طغیانهم "

---

[۱] اتحاف فضلاء البشر (للبناء) ج ا ص ۳۷۹ ۔ نیز کتاب الاشارات (عبداللہ بابٹرزئی) ص ا ۔

[۲] دلیل الحیران ص ۸۰ ، لطائف البیان ج ا ص ۲۹ اور نثر المرجان ج ا ص ۱۱۱ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی لکھا جاتا ہے۔ اور اسی بناء پر لیبی مصحف میں " طغیانہم " (باثبات الف) لکھا گیا ہے کیونکہ بصورت اختلاف اہلِ لیبیا " الدانی " کے قول کو ابوداؤد کے قول پر ترجیح دیتے ہیں۔ جب کہ مصری، شامی، سعودی اور بیشتر افریقی ممالک میں بصورت اختلاف الدانی کی بجائے ابوداؤد کے قول کو راجح سمجھا جاتا ہے لہٰذا وہاں کے مصاحف میں یہ لفظ بحذف الف " طغینہم " لکھا جاتا ہے۔

۲:۱۱:۴ الضبط

قطعہ زیرِ مطالعہ کے کلمات میں متفقہ یا مختلف فیہ ضبط کو درج ذیل مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ خصوصاً " مستہزءون " اور " یستہزئ " میں ہمزہ کی پوزیشن اور اس کا طریقِ ضبط قابلِ غور ہے۔ اس کے بارے میں ہم نے آخر پر " نوٹ " میں کچھ وضاحت کر دی ہے۔

وَ / اِذَا ، اِذٰا ، اِذَا ، ءاِذَا / لَقُوا ، لَقُوا ، لَقُوْا ، لَقُوْا

الَّذِيْنَ ، الَّذِيْنَ ، اَلَّذِيْنَ ، اَلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا ، اٰمَنُوا ، ءَامَنُوْا ، ءَامَنُوْا

قَالُوْا ، قَالُوا ، قَالُوْا ، قَالُوْا

اٰمَنَّا ، اٰمَنَّا ، ءَامَنَّا ، ءَامَنَّا / وَ اِذَا (مثل سابق)

خَلَوْا ، خَلَوْا ، خَلَوْا / اِلٰى ، اِلَى ، اِلَى

شَيٰطِيْنِهِمْ ، شَيَاطِيْنِهِمْ ، شَيَاطِيْنِهِمْ

قَالُوْا (مثل سابق) / اِنَّا ، اِنَّا ، اِنَّا ، اِنَّا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَعَكُمْ (یکساں) / اِنَّمَا ، اِنَّمَا ، اِنَّمَا ، اِنَّمَا

نَحْنُ ، نَحْنُ / مُسْتَهْزِءُوْنَ ،

مُسْتَهْزِءُوْنَ ، مُسْتَهْزِءُوْنَ ، مُسْتَهْزِءُوْنَ

اَللّٰهُ ، اَللّٰهُ ، اَللّٰهُ ، اَللّٰهُ

يَسْتَهْزِئُ ، يَسْتَهْزِئُ ، يَسْتَهْزِئُ

بِهِمْ (یکساں) / وَيَمُدُّهُمْ (یکساں)

فِیْ ، فِی ، فِیْ ، فِیْ

طُغْيَانِهِمْ ، طُغْيَانِهِمْ ، طُغْيَٰنِهِمْ (بحذف الف)

يَعْمَهُوْنَ ، يَعْمَهُوْنَ ، يَعْمَهُوْنَ

نوٹ : ایران اور ترکی میں "مستھزءُون" کا ہمزہ "واو" کے اوپر لکھتے ہیں اور ترکی کے مصاحف میں اس "ءِ" کے نیچے باریک سا لفظِ "مد" لکھ دیتے ہیں تاکہ قاری اسے صرف (ءُ) سے نہ پڑھے بعض مصاحف میں اسے ضمہ معکوس (ءٗ) سے لکھتے ہیں "ءُ" کی صورت میں۔ افریقی مصاحف میں "یستھزئ" میں ہمزہ کو "ی" کے دائیں کنارے پر لکھتے ہیں اور یہ اس لیے بہتر ہے کہ افریقی اور عرب ممالک میں یاء ماقبل مکسور کو علامتِ سکون سے خالی رکھا جاتا ہے۔ یعنی "فِیْ" کو صرف "فِی" لکھتے ہیں۔ اس طرح ان کا قاری اس لفظ کو پہلی نظر میں "یزئ" پڑھ سکتا ہے۔ اگر ہمزہ "ئ" کے پہلے سرے پر ہوگا تو وہ یہ غلطی نہیں کرے گا۔ اس لحاظ سے عرب ملکوں کا ضبط ناقص ہے۔ برصغیر میں تمام علامات سے خالی "ی" کو پڑھا ہی نہیں جاتا اس لیے یہ التباس پیدا نہیں ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقیہ : 'کاروانِ حدیث' (حواشی)

۱ـ ابنِ خلکان، وفیات الاعیان، ج ۱ ص ۳۵

۲ـ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۳۲۹

۳ـ عبدالحی بن العماد الحنبلی، شذرات الذہب، ج ۳ ص ۳۰۴
ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۳۲۹

۴ـ ابنِ عساکر، تبیین کذب المفتری، ص ۲۶۲
ابن العماد الحنبلی، شذرات الذہب، ج ۳ ص ۳۰۵

۵ـ ابنِ خلکان، وفیات الاعیان، ج ۱ ص ۳۵

۶ـ ابنِ عساکر، تبیین کذب المفتری، ص ۲۶۶

۷ـ ابنِ خلکان، وفیات الاعیان، ج ۱ ص ۳۵

۸ـ نواب صدیق حسن خاں، اتحاف النبلاء، ص ۱۹۰

۹ـ ابن سبکی، طبقات الشافعیہ، ج ۳ ص ۴

۱۰ـ ابنِ عساکر، تبیین کذب المفتری، ص ۲۶۷

۱۱ـ ابنِ خلکان، وفیات الاعیان، ج ۱ ص ۳۵
ابنِ جوزی، المنتظم، ج ۸ ص ۲۸۲
ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۳۳۰

۱۲ـ ابنِ کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۱۲ ص ۱۴

۱۳ـ ابنِ صلاح، مقدمہ ابنِ صلاح، ص ۱۳

۱۴ـ ضیاء الدین اصلاحی، تذکرۃ المحدثین، ج ۲ ص ۲۵۵

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

© rasailojaraid.com